ڈاکٹر محمد افروز عالم /ڈاکٹر شاہ نواز شاہ
Assistant Professor, Department of Persian, University of Kashmir, Srinagar, J&K

علاّمہ اقبال کا تصورِ اخلاق

تلخیص:

آدم صفات کا ایک انمول خزانہ ہے جو وقتاً فوقتاً اس کے اندر انسانیت کے وجود کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ ان اوصاف حمیدہ میں ایک صفت ''اخلاق'' ہے۔ جو نہ صرف انسان کا بلکہ پوری انسانیت کا ایک اہم کردار ہے۔ ''اخلاق'' بنا کسی اختلاف کے تمام اقوام عالم اور دنیا کے تمام مذاہب کا ایک اہم اور مشترکہ باب ہے۔ اخلاق ایک ایسا بیش قیمتی گوہر ہے جس کی قوّت اور درستی پر قوموں اور ملّتوں کے وجود، استحکام اور بقا کا انحصار ہوتا ہے۔ اجتماعی زندگی کا اصل حسن احسان، ایثار، حسن معاملات، اخوّت، رواداری اور قربانی سے جنم لیتا ہے۔ جب تک اخلاقی حس لوگوں میں باقی رہتی ہے تو وہ اپنے فرائض کو ذمّہ داری اور خوشدلی سے ادا کرتے ہیں۔ اور جب یہ حس مردہ اور وحشی ہو جاتی ہے تو پورے معاشرے کو مردہ اور وحشی کر دیتی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرنے والی اصل شئے اخلاق ہے۔ جس قوم وملّت میں اخلاق ناپید ہوتی ہے تو وہ قوم وملّت کبھی مہذّب نہیں بن سکتی ہے۔ اور اسطرح کے معاشرے میں اجتماعی رواداری، مساوات، اُخوّت اور باہمی بھائی چارے کو فروغ نہیں ملتا ہے۔ دنیا میں عروج وترقی حاصل کرنے والی قوم ہمیشہ اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہے۔ اور اخلاق کے سبب سے ہی ایسے قوم میں انسانیت عام ہو جاتی ہے۔ اور انسانیت کے عام ہونے کی وجہ سے ایسے قوم وملّت میں کسی قسم کا خود و دہشت نظر نہیں آتا ہے۔ بلکہ ہر طرف خوشدلی، سکون اور امن کے جھنڈے نظر آتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں اخلاقیات ایسے ہی اُجاگر نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی پیکر یا آئیڈیل پیدا ہوتا ہے جو اپنے سوئے ہوئے اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے قوم کو اُجاگر کرتا ہے۔ جو محنت اور مشقت سے اس عظیم پیغام کو عام کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی تقاریر کے ذریعے قوم کو اُجاگر کرتا ہے تو کوئی اپنی تحریروں کو سبب بناتا ہے۔ تقریباً ہر قوم وملّت اور دنیا کے ہر مذہب

میں وقتاً فوقتاً ایسے برجستہ اور باہنر لوگ اور اخلاقیات کے پیامبر اُٹھے ہیں۔جنہوں نے اخلاقیات کا درس دیا ہے۔انہی برجستہ اور عظیم شخصیات میں ایک برصغیر کے نامور مفکّر اور مدبّر شخصیت شاعرِ مشرق علاّمہ اقبالؒ تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں اخلاق جیسے عظیم پیغام کو عام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

کلیدی الفاظ: اخلاق، علاّمہ اقبال، مہذب، مفکّر، عظیم

اخلاق انسانیت کا ایک خوبصورت زیور ہے جس سے فکرِ اقبال پوری طرح سے مزیّن ہے۔اسی عظیم فکر کو علاّمہ اقبال نے اصلاح معاشرہ کے لیے استعمال کیا ہے۔علاّمہ اقبال کی شخصیت کو خالق حقیقی نے بصیرت جیسی عظیم نعمت سے نوازا تھا۔اس لیے وہ معاشرے کی ہر خرابی سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ ان کے تدارک سے بھی بخوبی واقف تھے۔لادینیت، نفس پرستی، مادیت پرستی، خودغرضی، حرص و طمع اور عدم مساوات جیسی مہلک بیماریوں کے ساتھ ساتھ دیگر روحانی امراض فاسدہ سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔اس لیے علاّمہ اقبال کافی فکر مند تھے کہ کہیں یہ امراض میری اس قوم کو تباہ و برباد نہ کرے خصوصاً قوم کے نوجوان سے متعلق بے انتہا فکر مند تھے۔اسی لیے انہوں نے اپنے نظریہ اخلاق کو دین پر استوار کیا اور آفاقی اقدار کی ترویج کے لیے کوشاں رہے۔

اگر لفظ ''اخلاق'' کے مآخذ پر غور کیا جائے تو یہ لفظ خُلق کی جمع ہے جس کے لغوی معنی عادات و خصائل، فضیلت، ملنساری، انسانی مروّت، تہذیب نفس، سیرت اور سیاستِ ملکی کے اصول ہیں۔لہٰذا انسان اور انسانیت کا دارومدار انہی مفاہیم پر منحصر ہے۔انہی مفاہیم کو علاّمہ اقبالؒ نے اپنے اشعار کے ذریعے عوام النّاس تک پہنچانے کی ہمہ تن کوشش کی ہے۔چنانچہ حکیم الامّت علاّمہ اقبالؒ ایک عمل کرنے والے انسان تھے لہٰذا آپ خود ایک عملی نمونہ تھے۔اور پیکرِ اخلاقِ حسنہ تھے۔جب ایک انسان سیرت و کردارِ اقبال کا عمیق اور بغور تجزیاتی مطالعہ کرتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی زندگی کا ورق ورق بلند اخلاقی اقدار کا غماز و عکاس ہے۔الغرض علاّمہ اقبالؒ کی تہوں میں فروغِ اخلاقِ کریمانہ کا تصوّر مضمر تھا۔مردِ مؤمن، اوصاف حمیدہ، اخلاق حسنہ، عبادات تسلیمہ، اعمال صالحہ اور احوال عالیہ کا مجموعہ تھے۔تصوّرِ خودی، خودنگری، خوداعتمادی، خودسازی، خودداری اور خودشکنی ہی اصل میں معرفت ذات کا دوسرا نام ہے۔انہی اوصاف پر علاّمہ نے اپنی شاعری میں کافی زور دیا ہے۔اس کے علاوہ جن اخلاقی گوشوں کو علاّمہ نے عوام النّاس تک پہنچانے میں بے دریغ سعی کی ہے ان میں بیداری، رفق و رحمت، معادلت پسندی، اکرام ابوین، سادہ روی، حمیت و تصلب،

پاکیزہ کردار، احترام آدمی اور حفظ اللسان جیسے اہم موضوعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علاّمہ اقبالؒ اخلاقیات کے معاملے میں حساس طبیعت کے مالک ہیں۔اور اخلاقیات کے معاملے میں انہوں نے غایت درجے سے کام لیا ہے انکے اس نظریۂ اخلاق میں جلالی اور جمالی عناصر کو یکساں اہمیت حاصل ہے۔انہوں نے جہاں رزم حق و باطل میں قوّت وشجاعت، جرأت و بہادری کو اہم سمجھا وہیں حلقۂ یاراں میں نرمی، ہمدردی، اُخوّت اور مساوات کو بھی یکساں اہمیت دی۔یہی وجہ ہے کہ ایک صحیح اور مخلص مؤمن کے لیے قہاری وغفاری اور قدّوسی و جبروت کو ایک اہم مقام کے ساتھ ساتھ مرکزیت بھی عطا کی۔وہ انسان کو ایک عظیم خلقت تصوّر کرتے ہیں اگر چہ مٹی سے بنایا گیا ہے لیکن اس کے رتبے کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اسکا ذکر جلیل القدر فرشتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔اس لیے انسان اگر دنیا میں مؤمن ہونے کا صحیح ثبوت پیش کرے گا تو بعید نہیں کہ اس کو بڑی بڑی نوازشیں اور انعامات سے نوازا جائیگا۔چنانچہ علاّمہ اقبال اس سے متعلق کچھ یوں اشارہ کرتے ہیں:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن
افلاک سے ہے اسکی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مؤمن
جچتے نہیں گنجشک و حمام اسکی نظر میں
جبرئیل و سرافیل کا صیّاد ہے مؤمن
کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مؤمن
حُوروں کو شکایت ہے کہ کم آمیز ہے مؤمن [1]
تیرا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل [2]

حکیم الامّت علاّمہ اقبالؒ نے تصوّر اخلاق میں حرکت وعمل پر کافی زور دیا ہے اور ان کے یہاں تصوّر اخلاق میں حرکت وعمل کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔کیونکہ جمود کا شکار انسان لاتعلق اور بے حس وحرکت، کمزور خودی کو جنم دیتا ہے۔یہی بگاڑ ہے، انتشار ہے جبکہ حرکت وعمل انسان کو بلند مرتبے اور رتبے

والا بنا دیتا ہے۔اس لیے عمل پیدا ہونے والا ایک مزدور اس زمیندار سے ہزار درجہ بہتر ہے جو کسانوں پر ستم کرتا ہے جس سے کھیتی ویران ہو جاتی ہے۔علاّمہ اقبالؒ اس بارے میں یوں رقمطراز ہے:

خواجہ از خون رگ مزدور ساز و لعل ناب

از جفائے دہخدایان کشت دہقانان خراب ۳؎

انسان اگر جرأت مندانہ اقدام نہیں اٹھاتا،اپنی ذات میں پوشیدہ صلاحیتوں کو بروے کار نہیں لاتا یا اس میں ایسی تحریک پیدا نہیں ہوتی جو اسے تیز روزندگی کے ساتھ قدم ملا کر چلنے پر آمادہ کرے تو اس کی روح پتھر کی مانند سخت ہو جاتی ہے اور وہ بے جان مادے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔اصل میں انسانی زندگی اور اس کی روح کے سفر کا یہی تقاضا ہے کہ وہ اس حقیقت سے نہ صرف باخبر رہے بلکہ اس کے ساتھ رابطہ قائم رکھے جو اس کے سامنے موجود ہے۔یہ رابطہ ایک بااخلاق انسان صرف علم کی وساطت سے قائم کر سکتا ہے۔کیونکہ انسان کے پاس جب علم ہوگا تو اخلاق بذریعہ علم میسّر آجائیں گے۔لہٰذا اخلاق کے حصول کے لیے علم کا ہونا لازمی ہے۔علاّمہ اقبال کچھ اسطرح اشارہ کرتے ہیں:

سمجھے گا زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے

دیکھیں گے تجھے دور سے گردُوں کے ستارے

ناپید تیرے بحرِ تخیّل کے کنارے

پہنچیں گے فلک تک تیری آہوں کے شرارے

تعمیرِ خودی کر ، اثرِ آہِ رسا دیکھ ! ۴؎

اس کے برعکس اگر انسان کے پاس علم ہو لیکن عمل کی نعمت سے محروم ہو تو ایسے شخص کے پاس اخلاقیات کا ہونا محال ہے کیونکہ اخلاق کا منبع علم ہے لہٰذا تعمیر اخلاق کے لیے انسان کو حصول علم کا مجاہد ہونا لازمی ہے۔لاعلم انسان جاہل ہوتا ہے اور ایسا انسان حیوانوں کی طرح کھاتا، پیتا، سوتا، جاگتا اور گفتگو کرتا ہے اور ایسے انسان کو نہ گفتار کا، نہ رفتار کا اور نہ کردار کا سلیقہ ہوتا ہے۔یہ تینوں جز یعنی گفتار، رفتار اور کردار انسانی زندگی کے صحیح سمت یا مخالف سمت کی نشاندہی کرنے کی اہم علامات ہیں۔لہٰذا ایسا علم جو عمل اور اخلاص کے ساتھ ہو وہ دارین میں سودمند ہوتا ہے۔چنانچہ علاّمہ اقبالؒ اس بارے میں ذیل کے اشعار میں اشارہ کرتے ہیں:

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں

جس علم کا حاصل ہے دو کف جو ؎۵

مثل حیوان خوردن، آسودن چہ سود
گر بہ خود محکم نہ بودن چہ سود
خویش را چون از خودی محکم کنی
تو اگر خواہی، جہان برہم کنی
گر فنا خواہی ز خود آزاد شو
گر بقا خواہی ز خود آباد شو
چیست مردن از خودی غافل شدن
تو چہ پنداری فراق جان و تن ؎۶

مذکورہ بالا اشعار سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ صرف علم ہی کردار سازی کے لیے کافی نہیں ہے۔ بلکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل، اخلاق اور اخلاص کا ہونا لازمی ہے۔ایک علم والا انسان یعنی ایک عالم بھی اخلاق اور اخلاص جیسی عظیم نعمتوں سے محروم ہوسکتا ہے۔وہ علم جو انسان کی زندگی میں اخلاق اور اخلاص جیسی عظیم نعمتوں کی تعمیر نہ کر سکے ویسا علم اس علم والے یعنی اس عالم کے لیے وبال سے کچھ کم نہیں ہوتا ہے اور ویسا علم صرف عیاشی کے لیے ہوتا ہے اور ایسے علم سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ باعمل اور بااخلاق وبااخلاص بننے کے لیے اپنے اندر تکبر کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ہوگا جس انسان نے اپنے مقصد حیات کو فراموش کیا وہ زندہ لاش کی مانند ہوتا ہے۔

ہر ایک انسان کا اپنا الگ الگ طرز کلام ہوتا ہے کسی کا انداز سخت ہوتا ہے تو کسی کا انداز نرم و ملایم ہوتا ہے۔دراصل انسان اپنے کلام کے طرز سے پہچانا جاتا ہے۔اگر انسان کا طرز کلام سخت ہوتا ہے تو یہ اس کے اندر اخلاق کے محروم ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس کے برعکس اگر انسان کا طرز کلام نرم و نازک ہوتا ہے تو یہ اس کے اندر اخلاق کے موجود ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس سے اس بات اور اس نکتے کی نشاندہی ہوجاتی ہے کہ انسان کا طرز کلام نرم و نازک ہونا سودمند ہوتا ہے۔نرم و نازک لہجہ اور نرم نازک طرز کلام دل کی پاکیزگی کی بھی علامت ہوتی ہے۔

اس روی زمین کی مانند کیونکہ اس کی سطح نرم و نازک ہونے کی وجہ سے ہی اس میں سے طرح طرح کی نعمتیں اُگتی ہیں خالق حقیقی نے اسی بنا پر زمین کی سطح کو اتنا نرم و نازک بنایا ہے تا کہ اس میں سے کھانے کی محتاج مخلوق کے لیے غذا پیدا ہو جائے اتنا ہی نہیں بلکہ خالق حقیقی نے ہر اعتبار سے زمین کو زرخیز بنایا ہے ہر طرح کی قیمتی دھاتیں سونا، چاندی، ہیرے، موتی وغیرہ اسی زمین سے نکل جاتیں ہیں۔اسی طرح جو انسان نرم اور نازک مزاج کا ہو خالق حقیقی نے اس کے اندر بے شمار صلاحیتیں مضمر رکھی ہوتی ہیں اور ایسے انسان کی ہر طرف سے ستایش ہوتی ہے۔جو انسان اچھے اخلاق اور نرم و نازک جیسے برجستہ صفات سے محروم ہوتا ہے وہ مختلف نوازشوں اور انعامات سے بھی محروم ہوتا ہے اور سماج میں ایسے انسانوں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی ہے۔چنانچہ علاّمہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں اس موضوع کا کچھ اسطرح نقشہ کھینچا ہے:

نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکبازے

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشت ویران سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی 8

علاّمہ اقبالؒ نے اپنی ایک معرکتہ الآراء تصنیف ''بالِ جبرئیل'' کے شروعات میں بھرتری ہری کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر 9

اخلاق نہ صرف ایک انسانی کردار ہے بلکہ اخلاق وہ عظیم اور اساسی علم ہے جس سے شخصیت کی نشو نما ہوتی ہے۔جس طرح مذہب اسلام نے انسان کو زندگی گذارنے کے سارے عمدہ، بہترین اور سودمند اصول اور قوانین وضع کیے ہیں۔متقدمین کی طرح علاّمہ اقبالؒ نے بھی سرنگون ہو کر اسلام کو ایک ضابطۂ حیات قرار دیا ہے۔جس کے چند بنیادی اصولوں میں یا اعلیٰ اقدار میں حریت، مساوات، صداقت، اتحاد و اتفاق، امن و عافیت اور رواداری جیسے عمدہ خصائل شامل ہیں۔علاّمہ اقبالؒ نے صرف اس نظریے کو قبول کیا جو انسان کی زندگی میں اخلاقی بنیادوں کو مستحکم کرے۔علاّمہ نے نہ صرف اس چیز کو قبول کیا بلکہ عوام النّاس کو اس

چیز سے آشنا کرایا اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کافی شدّت سے زور دیا ہے۔کوئی بھی تہذیب جو اخلاق کے اساس پر استوار نہ ہو کبھی بھی ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی ہے۔ بلکہ اسطرح کی قوم میں تخریب مضمر ہوتی ہے۔انہوں نے مغربی اقوام کے اندر اس وقت اس عظیم پہلو (اخلاق) کو نہیں دیکھا تھا یہی وجہ ہے کہ علاّمہ نے اُن اقوام سے متعلق پیشن گوئی بھی کی ہے جس کا اشارہ نیچے دیے گئے اشعار میں ملتا ہے:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا ہے جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا[10]

حکیم الامّت علاّمہ اقبالؒ کی ہمدردانہ اور شفقتانہ فکر وخیال کے کئی زاویے ہیں۔کہیں یہ اخلاقی و نظریاتی بنیادیں رکھتی ہے تو کہیں اس کے دامن میں انسان کی ذہنی ونفسیاتی حلقوں عقدہ کشائی کرتے ہوئے شعر پارے دکھائی دیتے ہیں۔ان کا یہ حکیمانہ اور مدبّرانہ کلام فلسفیانہ اور مفکرانہ رنگ اور مضمون بھی رکھتا ہے۔ یہ بات شک کی آمیزش سے بالکل پاک ہے کہ طرز حیاتِ انسانی پر علاّمہ اقبالؒ کی گہری نظر تھی۔ بالخصوص ان کا تصوّرِ انسانِ کامل جس پر انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے کافی شدّت سے زور دیا ہے۔ علاّمہ نے اپنے تصوّر اور تخیّل میں ایک ایسے نظام فکر کو تشکیل دیا تھا جس کا انسانی زندگی سے بالعموم اور حیاتِ مسلم سے بالخصوص ایک گہرا اور مؤثر ربط ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس عظیم فکر سے حیرت انگیز طور پر بے شمار حکمت آموز نکات انسانی طرز حیات کی نشوونما کے لیے برآمد ہوئے جن سے وقتاً فوقتاً ہر ملّت اور ہر قوم سے تعلق رکھنے والے افراد نے کافی حد تک استفادہ کیا ہے اور آنے والی نسلیں کرتی رہیں گی۔اس عظیم مفکر کے کلام میں جا بجا ایسے بصیرت افروز افکار موجود ہیں جو ہمیں اس بات سے آشنا کراتے ہیں کہ آئین قدرت اور اسلوب فطرت یہی ہے کہ ہر انسان راہِ عمل کی طرف گامزن ہو جائے تبھی وہ محبوب فطرت ٹھہرتا ہے۔

یہی آئین قدرت ہے ، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن ، محبوب فطرت ہے[11]

علاّمہ اقبال اپنی معرکتہ الآرا تصنیف ''پیامِ مشرق'' کی نظم 'اغوائے آدم'' میں کچھ اسطرح رقمطراز ہیں:

زندگی سوز و ساز، بہ ز سکون دوام

فاختہ شاہین شود، از تپش زیرِ دام
ہیچ نیاید ز تو غیر سجو نیاز
خیز چو سرو بلند ، اے بعمل نرم گام۱۲؎

مذکورہ بالا اشعار میں علاّمہ اقبالؒ نے آدم علیہ السلام اور ابلیس کے مابین اس مکالمہ کا نقشہ کھینچا ہے جب آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں منتقل ہو رہے تھے۔ان اشعار میں علاّمہ نے ابلیس کی باتوں کو نقل کیا ہے کہ وہ کس طرح آدم علیہ السلام کو آمادہ کر رہا تھا۔کہ جنت والی زندگی میں انسان کو کوئی مقصد نظر نہیں آ رہا ہے۔ ایسی زندگی معطل ہے جس میں کسی بھی قسم کی سعی اور جدو جہد نہیں ہے۔اس لیے ہمیشہ کی سکون والی زندگی سے دُکھ اور سُکھ والی زندگی بہتر ہے اور اس طرح کی زندگی صرف دنیا میں ممکن ہے کیونکہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے یہاں انسان کو محنت اور مشقت کرنا لازمی ہے بلکہ محنت اور مشقت سے جو چیز میسّر آتی ہے اس کا پھل بھی بہت ہی میٹھا ہوتا ہے۔دنیا میں جب انسان راہِ عمل پر گامزن ہو جاتا ہے تو خود شناسی اور خدا شناسی کا راستہ اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔اور انسان اس محنت اور مشقت سے ایک اونچا مقام اور مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ بقول اقبالؒ:

نہ تو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کے لئے۱۳؎

زندگی ایک جدو جہد کا نام ہے جس میں مختلف مرحلے آتے ہیں ان تمام مراحل میں انسان کو اخلاق حمیدہ کے دامن کو پکڑ کر چلنا پڑتا ہے۔حکمت انسان کے لیے ایک ایسا زینہ ہے جس کو خالق نے خیر کثیر فرمایا ہے۔اگر انسان حکمت کی اس نعمت کی قدر کرے اور اس کو اپنی زندگی میں اپنائے تو یقیناً اس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں اخلاقیات کا ظہور ہوگا اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں بہت سارے اوصافِ مطہرہ پیدا ہو جائیں گے۔

زندگی جہد است واستحقاق نیست
جز بہ علم النفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر
ہر کجا این خیر را بینی بگیر۱۴؎

خالق حقیقی نے انسان کے اندر بے شمار ہنر اور صلاحیتیں پوشیدہ رکھی ہیں اگر انسان اپنے اندر تدبّر اور تفکّر کرے اور ان پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لائے تو انسان آسانی کے ساتھ اپنے اندر انسانیت کو اُجاگر کر سکے گا۔اس سے انسان کو مقصدِ حیات کے سات ساتھ دوسری ذمّہ داریوں کا بھی احساس ہوگا ۔یہی وجہ ہے کہ علّامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری میں جستجو کے پہلو کو ایک اہم پیغام بنایا ہے جس کو عوام النّاس تک پہنچا کر ان کے اندر پنہاں خوبیوں کو نکھارنے اور دوسروں کی مدد کرنے کے جذبے کو اُبھارنے پر کافی زور دیا ہے۔یہ علّامہ کا انسانیت کے ساتھ محبت اور ہمدردی تھی۔دراصل انسانی ہمدردی نسلِ انسانی کو باہم مربوط کرنے کے لیے رواداری اور مساوات بھی سکھاتی ہے۔یہ اخلاقیات کا ایک عظیم پہلو ہے۔چنانچہ علّامہ اقبالؒ اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

دل میں ہو سوزِ محبت کا وہ چھوٹا سا شرر
نور سے جس کی ملے رازِ حقیقت کی خبر
شاید قدرت کا آئینہ ہو، دل میرا نہ ہو
سر میں جز ہمدردیِ انسان کوئی سودا نہ ہو[15]
ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز[16]

اخلاقیات کے سلسلے کی ایک اور کڑی محبت، شفقت، خوشدلی اور حسن ظن جیسے بہترین خصائل ہیں۔انسان جب بڑوں سے محبت اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتا ہے۔ہر دم خوشدلی اور حسن ظن کو ملحوظ نظر رکھتا ہے اور حرص وطمع کو دل سے رخصت کرتا ہے تو معاشرے میں نفرتیں، بدظنی، حسد، کدورت، کینہ، غیبت اور بغض جیسی رذیل خصلتیں مٹ جاتی ہیں۔اس طرح سے انسان نفرتیں مٹا سکتا ہے اور محبتیں بانٹنے کے قابل بن سکتا ہے۔انسان اگر اس میں اخلاص کے پہلو کو مدِ نظر رکھے تو خالق حقیقی بھی بندے سے محبت کرے گا خالق حقیقی جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو انسان پر طرح طرح کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔انسان کو انسان سے الگ کرنے والی چیزوں میں ایک ہوس ہے چاہے وہ مال کی ہو یا مالداری کی ہو۔اس چیز (ہوس) نے انسان کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے یہ (ہوس) انسان کے اندر اخلاقیات کو دیمک کی طرح مٹا دیتا ہے۔ایک لالچی اور ہوس کا پجاری کبھی بھی بااخلاق نہیں ہوسکتا ہے۔

کیونکہ پاکیزگی اور غلاظت ایک ظرف میں نہیں سما سکتے ہیں۔ ذیل کے اشعار میں شاعرِ مشرق علاّمہ اقبالؒ نے بھی رذیل خصلتوں سے انسان کو رکنے کا درس دیا ہے اور پاکیزہ اور محبتیں اور شفقتیں بانٹنے والی خصلتوں کو اپنانے کا بھی درس دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اُس کی نفرت بھی عمیق، اُس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق ۱۷؎
یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اُخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی ۱۸؎

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انسان کو
اُخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا ۱۹؎

اخلاق کا ایک اور عظیم پہلو جو انسانی زندگی کا نہایت ہی اہم کردار ہے وہ حیا ہے، حمیّت ہے اور غیرت ہے۔ لیکن آجکل کے اس مادی دنیا میں اس عظیم نعمت کو نچلی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جس کی عدم موجودگی میں انسانی زندگی کا توازن برقرار ممکن نہیں ہوسکتا ہے۔ انسان کی طرز زندگی کے اصولوں میں حیا، حمیّت اور غیرت کو ایک ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ جس قوم یا ملّت نے شرم و حیا کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ تھاما وہ قوم یا ملّت کا شیرازہ کبھی نہیں بکھرتا ہے۔ چنانچہ حکیم الامّت حضرت علاّمہ اقبالؒ نے بھی اپنے اشعار کے ذریعے اس چیز پر کافی زور دیا ہے اور فرماتے ہیں:

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا ۲۰؎
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تیری رہے بے داغ ۲۱؎

اخلاقیات کا ایک اور اہم زینہ ادب ہے۔ ایک باشعور معاشرے میں انسانی حرمت اور شرافت کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ ایک صحیح اور باتہذیب معاشرے میں حسب و نسب کو نہیں دیکھا جاتا ہے وہاں حسب ونسب کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے وہاں بس انسان اور انسانیت کو اہمیت حاصل ہوتی ہے وہاں حسب

ونسب صرف شناسائی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ایک معاشرہ تبھی صحیح ڈھنگ سے پنپتا ہے جب اس میں مساوات کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔جب انسان صحیح طور پر ادب واحترام کے پیمانوں کا محافظ بن جاتا ہے اور اس سے معاشرے کو زینت بخشنے میں کوشاں رہتا ہے تو واقعی ایک حسین اور دلکش معاشرہ وجود میں آتا ہے جہاں نہ حسب ونسب، جاہ وحشمت، امیری وغریبی اور نہ ہی اونچ نیچ کو کوئی اہمیت دی جاتی ہے۔ایسے معاشرے میں انسانیت کے درس کو عام کیا جاتا ہے اور انسانیت کو فروغ دیا جاتا ہے۔شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے بھی اس طرح کا درس اپنے اشعار کے ذریعے عوام النّاس تک پہنچانے کے سعی کی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

تو ای کودک منش خود را ادب کن
مسلمان زادہ ای ترک نسب کن
بہ رنگ احمر و خون و رگ و پوست
عرب نازد اگر ترک عرب کن
نہ افغانیم و نی تُرک و تاتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردہ ی یک نو بہاریم۲۲
خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۲۳
آدمیت احترامِ آدمی
باخبر شو از مقامِ آدمی۲۴

ایک با اخلاق انسان کی اہم نشانی یہ بھی ہے کہ وہ نفرتوں، رنجشوں، عداوتوں اور تعصب جیسے انسان دشمن خصلتوں کو اپنی زندگی اور اپنے معاشرے سے ختم کرنے کی کوشش کرے۔نفرت، رنجش، عداوت اور تعصب جیسی رذیل خصلتیں انسان کو انسانیت کے مقام سے گرادیتی ہیں۔ایسے انسان کے اندر درندوں کی صفات پائی جاتی ہیں۔اس طرح کے معاشرے میں اخلاقیات نہیں پنپتے ہیں بلکہ انسان کو چاہیے کہ وہ انسانوں کے ساتھ انسانوں والا برتاؤ کرے۔آپس میں ایک دوسرے کے دُکھ درد کو سمجھے اور مصیبت کے

وقت ایک دوسرے کے کام آئیں یہی انسانیت ہے اسی طرح سے انسانیت کا درس عام ہوجاتا ہے اور انسانوں کے مابین ہمدردی، اُخوّت، ایثار اور بھائی چارہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حکیم الامّت حضرت علاّمہ اقبالؒ بھی اپنے اشعار میں اسی طرح کا درس خالق کے بندوں تک پہنچاتے ہیں انکا کلام آج بھی بصیرت اور جوش وولولہ کا ذریعہ ہے آپ صرف مسلمانوں کے شاعر نہیں بلکہ وہ کسی بھی انسانی ظلم پر آہ وفغاں کرتے ہیں انکا نظریہ آفاقی اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا ہے فکر اقبالؒ انسان کی تکمیل کرنے میں مددگار ہے اس لیے ان کو انسانیت کا شاعر بھی کہا جاتا ہے انہوں نے اپنے پیغام میں محبت کے سات ساتھ انسانی حقوق، انصاف اور صلح رحمی کا سبق بھی دیا ہے۔ یقیناً اس برگزیدہ اور برجستہ شاعر کا کلام گرے اور پسے ہوئے طبقے کو کھڑا ہونے کے لیے سہارا فراہم کرتی ہے۔ انہوں نے نہ صرف انسانیت سے محبت کا پیغا دیا بلکہ وہ تعلیم اور تحقیق کے ساتھ کائینات میں موجود مظاہر فطرت سے بھی محبت کا درس دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو، خدا کے بندوں سے پیار ہوگا ۲۵

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اُخوّت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی ۲۶

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے ۲۷

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویر بھی ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُرا تونے ۲۸

جس قوم نے اپنی اصل اور اپنے اسلاف کی دی ہوئی میراث کو بالائے طاق رکھا اور اپنے تہذیب وتمدّن کی قدر نہیں وہ قوم نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی اس قوم میں ایک صحت مند معاشرہ نشونما پا سکتا ہے۔ جس قوم نے اپنے اسلاف کی طرف سے ملے ہوئے ورثے کی قدر کی اور اس کو ایک قیمتی اثاثہ سمجھ کر اس کی حفاظت کی تو یقیناً اسطرح کے قوم میں اخلاقیات کو فروغ ملتا ہے اور ایک صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ قوم اور معاشرے کی ترقی اور صحیح نشونما کے ساتھ ساتھ اخلاق حمیدہ کو عام کرنے میں ہر فرد کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اس کا آغاز ہر فرد کو اپنے آپ سے کرنا لازمی ہوتا ہے۔ علاّمہ اقبالؒ بھی اس بات پر شدّت کے ساتھ یقین رکھتے

تھےاوراس بات کاانھوں نے ذیل میں دیے گیے شعر میں صاف طور پراظہار کیاہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا ۲۹

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ ۳۰

شاعرِ مشرق کے مذکورہ بالا اشعار اور افکار سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے سویے ہوئے ضمیر کو جگایے اور اپنی گذری ہوئی زندگی کا احتساب کرے تا کہ اس کی آنے والی زندگی میں یہ خود کے لیے اور پوری انسانیت کے لیے انقلاب کو یقینی بنایئے تا کہ یہ غلاموں کی طرح زندگی بسر نہ کرے بلکہ سر اٹھا کر زندگی گزارے اور سر اٹھا کر زندگی گزارنے کا پیغام عام کرے۔ کیونکہ جس زندگی میں انقلاب نہیں وہ زندگی معطل اور بے سود ہوتی ہے۔ جیسا کہ علاّمہ اقبالؒ ذیل میں دیے گیے شعر میں اس طرف اشارہ کرتے ہیں:

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب ۳۱

علاّمہ اقبالؒ نے اپنے اشعار کے ذریعے انسان کو یہ بات سمجھائی ہے کہ خالقِ کائینات نے انسان کو وہ مقام عطا فرمایا ہے جو سوائے اللہ کے ہر چیز سے بلند ہے۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خالقِ کائینات نے انسان کو زمین پر بسا کر مختصر زندگی عطا فرمائی ہے تا کہ انسان اس مختصر زندگی میں لگن اور جانفشانی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر اپنے اصلی مقام کی اور رواں دواں رہے جو مقام خالقِ حقیقی نے انسان کے لیے مختص فرمایا ہے۔

ہر ایک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیاتِ ذوقِ سفر کے سِوا کچھ اور نہیں ۳۲

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے ۳۳

حکیم الامّت علاّمہ اقبال کے کلام کا جس قدر عمیق اور گہرا مطالعہ کیا جائے اسی قدر انسان کے اندر کوتاہ نظری اور کم ہمتی دور ہو جاتی ہے۔ان کا کلام انسان کو اخلاقیات کے احیاء کی

طرف راہ دکھاتا ہے۔اقبالؒ کی بلند فکراوران کے عظیم تخیّل کے انقلابی رنگ نے دنیا بھر کے لوگوں کوانکا گرویدہ بنادیا۔علاّمہ اقبالؒ کے کلام میں موجود انسانیت کی بقاء کے پیغام نے ان کے کلام کو بھی دنیا بھر میں مشہور ومعروف اور قابل قدر بنادیا ہے۔اس عظیم اور برجستہ شاعر نے اپنے کلام میں موجود انفرادی واجتماعی صفات کے ذریعے اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج کی۔ان کے کلام میں امن ومحبت،مساوات،انسانیت،رواداری اوراخلاقیات جیسے اہم موضوعات آج بھی ایک صحت مند معاشرے کے لیے بہت ہی بڑا پیغام ہے۔

☆☆☆

کتاب شناسی وپاورقی:

۱۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اُردو،ضربِ کلیم،ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور،سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء،استقلال پریس لاہور،ص۔۵۸/۵۵۸

۲۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اُردو،بالِ جبریل(نظم مسجد قرطبہ)،ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان،لاہور،سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء،استقلال پریس لاہور،ص۔۹۷/۴۲۴

۳۔علامہ محمد اقبال،زبورِعجم مع اُردو سلیس ترجمہ از میاں عبدالرّشید،طبع اوّل۔۱۹۹۱ء لاہور،ص۔۱۹۰

۴۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اُردو،بالِ جبریل،ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان،لاہور، سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء،استقلال پریس لاہور،ص۔۱۳۷/۴۶۱

۵۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اُردو،ضربِ کلیم،ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور،سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء،استقلال پریس لاہور،ص۔۱۷۸/۶۷۸

۶۔علامہ محمد اقبالؒ،اسرارخودی،شرح از پروفیسر محمّد یوسف خان سلیم چشتی اقبال اکیڈیمی،ظفر منزل تاج پورہ،لاہور،ص۔۹۵۔۹۴

۷۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اُردو،بالِ جبریل،ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور،سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء،استقلال پریس لاہور،ص۔۱۰۰/۴۲۴

۸۔ایضاً،ص۔۲۷/۳۵۱

۹۔ایضاً،ص۔۲۰/۳۴۴

۱۰۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اردو،بانگِ درا،ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان،

لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۱۵۱/۱۶۷
۱۱۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اردو، بانگِ درا، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۸۴/۱۰۰
۱۲۔علامہ محمد اقبال، پیامِ مشرق، فرہنگ واردو ترجمہ از پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، ناشر مکتبہ دانیال، ص ۔۹۲
۱۳۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اردو، بالِ جبریل، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظم اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۵۵/۳۷۹
۱۴۔علامہ محمد اقبال، پیامِ مشرق، فرہنگ واردو ترجمہ از پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، ناشر مکتبہ دانیال، ص ۔۱۲
۱۵۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اُردو، بانگِ درا، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۶۵/۸۱
۱۶۔ایضاً ص ۔۱۷۷/۱۹۳
۱۷۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اُردو، ضربِ کلیم، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۱۴۱/۶۴۱
۱۸۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اُردو، بانگِ درا، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۲۸۴/۳۰۰
۱۹۔ایضاً ص ۔۲۸۸/۳۰۴
۲۰۔ علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اُردو، ارمغان حجاز، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۲۱/۱۳۷
۲۱۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اُردو، بالِ جبریل، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۱۱۹/۴۴۳
۲۲۔علامہ محمد اقبال، پیامِ مشرق، فرہنگ واُردو ترجمہ از پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، ناشر مکتبہ دانیال، ص ۔۶۱
۲۳۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اُردو، بانگِ درا، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت ۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص ۔۱۱۴/۱۳۰
۲۴۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال (فارسی) فرہنگ و ترجمہ از پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، ناشر مکتبہ دانیال، ندیم پریس پرنٹرز، ص ۔۹۰۲

۲۵۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اُردو، بانگِ درا، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص۔۱۶۸/۱۵۲

۲۶۔ایضاً، ص۔۳۰۰/۲۸۴

۲۷۔ایضاً، ص۔۱۰۳/۸۷

۲۸۔ایضاً، ص۔۱۰۱/۸۵

۲۹۔ایضاً، ص۔۲۰۷/۱۹۱

۳۰۔ علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اردو، ارمغانِ حجاز، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص۔۱۳/۲۱۷

۳۱۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اردو، بالِ جبریل، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص۔۴۲۸/۱۰۴

۳۲۔ایضاً، ص۔۳۷۵/۵۴

۳۳۔علامہ محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اردو، بانگِ درا، ناشر پروفیسر شہرت بخاری ناظمِ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، سالِ اشاعت۔۱۹۹۰ء، استقلال پریس لاہور، ص۔۳۰۵/۲۸۹